اشیائے خورد و نوش کی حلت و حرمت کے اصول، اسلامی شریعہ کے تناظر میں

عبد الرحمن قاسمی *

عبد القادر بزدار **

جسم انسانی کی بقا اور صحت کے لیے صاف ستھری، پاکیزہ اور عمدہ غذا کا استعمال ضروری ہے۔ شریعت اسلامیہ نے جہاں دیگر معاملات کی رہنمائی کی ہے وہاں کھانے کے حوالہ سے حلال وطیب جانوروں اور اشیاء کو بطور خوراک و مشروب استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ چیزیں جو اخلاقی وروحانی اور جسمانی لحاظ سے صحت انسانی کے لیے مضر تھیں ان سے منع کیا ہے زیر نظر مقالہ میں اشیاء خورد و نوش کی حلت و حرمت کے شرعی اصول زیر بحث لائے جارہے ہیں۔

پہلا اصول:

''جس چیز کے حلال ہونے کے بارے میں قرآن وسنت میں نص آجائے وہ حلال سمجھی جائے گی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

«كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ (۱)

''کہ جاہلیت کے لوگ کچھ چیزیں کھالیا کرتے تھے اور کچھ چھوڑ دیا کرتے تھے انہیں گندا اور ناپاک سمجھ کر پس اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو بھیجا اور اپنی کتاب نازل فرمائی اور آپ ﷺ نے اس کے حلال کو حلال بتلایا اور اس کے حرام کو حرام قرار دیا پس جو حلال بتلایا حضور اکرم ﷺ نے وہی حلال ہے اور آپ ﷺ نے جو حرام بتلایا وہ حرام ہے۔''

امام شافعیؒ (م۔ ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وكل ما كانت تاكله لم ينزل تحريمه. ولم يكن في معنى ما نص تحريمه. او يكون على تحريمه دلالة. فهو حلال (۲)

''اور ہر وہ چیز جو کھائی جاتی ہو اور اس کے بارے میں کوئی حرمت کا حکم نازل نہ ہوا ہو اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی علت ہو جو ان اشیاء میں ہے جن کی حرمت صریح نص سے ثابت ہے اور اس کی حرمت دلالۃ النص سے بھی ثابت نہ ہو تو وہ حلال ہوگی۔''

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان، پاکستان

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان، پاکستان

امام ابو الحسن ماوردیؒ (م-۴۵۰ھ) لکھتے ہیں :

ما ورد النص بتحليله في كتاب أو سنة، فهو حلال (۳)

''جس شئی کے حلال ہونے کے بارے میں قرآن و سنت میں نص (تصریح) وارد ہوئی اسے حلال سمجھا جائے گا۔''

حلال کا مفہوم:

حلال سے مراد وہ چیز جس کا مباح ہونا از روئے شریعت معلوم ہو۔اور یہ لفظ ''حل'' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی بندھی ہوئی یا گرہ لگی ہوئی چیز کو کھولنا جو چیز انسان کے لیے حلال کر دی گئی گویا ایک گرہ تھی جو کھول دی گئی اور پابندی ہٹا دی گئی اس لیے اسے حلال کہتے ہیں ۔(۴)

معرفۃ حلال:

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ (م-۶۶۰ھ) نے ''ادلہ الامر'' کے عنوان سے تفصیلی بحث کی ہے جو اصل کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔(۵) امام موصوفؒ نے اس کی تینتیس (۳۳) کے قریب مثالیں دی ہیں جو اس مقام پر دیکھی جاسکتی ہیں تاہم ایک بات مد نظر رہے کہ بعض صورتوں میں ان کا بجالانا وجوبی ہوگا اور بعض میں مباح و مستحب اس کا علم قرائن سے ہوگا جس کی تفصیل کتب اصول فقہ میں موجود ہے۔پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفی الزحیلی نے بھی ''معرفة مباح '' کے لیے قرآن و سنت سے چند اسالیب کو بیان کیا ہے مثلا ''ان شئت یا شئتم، علام الجناح اور نفی الحرج اَحَلَّ۔ اُحِلَّ۔ یُحِلُّ۔ حَلاَلًا'' وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہوں تو وہ چیز شرعا حلال و مباح ہوگی۔(۶)

دوسرا اصول:

''جس چیز کے حرام ہونے کے بارے میں قرآن و سنت میں نص آئی ہو وہ حرام سمجھی جائے گی۔''

امام شافعیؒ (م-۲۰۴ھ) لکھتے ہیں :

اصل المأكول والمشروب إذا لم يكن لمالك من الادميين. أو أحله مالكه من الادميين، حلال إلا ما حرم الله عز وجل في كتابه. أو على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم (۷)

''ماکولات اور مشروبات میں ضابطہ یہ ہے کہ جب انسانوں میں سے کوئی ان کا مالک نہ ہو یا کوئی مالک ہو مگر وہ اس کو خود دوسروں کے لیے حلال کر دے تو وہ حلال ہے مگر وہ چیزیں جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی ﷺ کی زبان سے حرام قرار دیں وہ حرام ہونگی۔''

امام ابو الحسن ماوردیؒ (م-۴۵۰ھ)ؒ لکھتے ہیں:

ما ورد النص بتحریمه فی کتاب أو سنة فهو حرام (۸)

''جس چیز کی حرمت کے بارے میں قرآن وسنت میں نص وارد ہوئی وہ حرام سمجھی جائے گی۔''

حرام کا مفہوم:

حرام وہ چیزیں کہلاتی ہیں جن کو شرعاً ممنوع قرار دیا گیا اور ان کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور دلیل قطعی سے مراد نص قرآنی جو اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہو کہ اس کے معنی میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور سنت متواترہ، مشہورہ، اجماع بھی اس میں داخل ہیں۔ اور اس کے مرتکب کی شرعاً مذمت بیان کی گئی ہے۔ اور اس کا نام معصیت، ذنب محظور اور ممنوع بھی رکھا جاتا ہے۔ (۹)

معرفۃ حرام:

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ (م-۶۶۰ھ) نے ''ادلہ الامر'' کی بحث میں چند صورتیں بیان کی ہیں جن سے ''معرفۃ حرام'' ہو سکتی ہے۔ (۱۰) امام موصوفؒ نے یہاں سینتالیس (۴۷) کے قریب قرآنی آیات سے مثالیں پیش کی ہیں جو ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفی الزحیلی نے بھی ''معرفة حرام'' کے لیے قرآن وسنت سے چند اسالیب کو بیان کیا ہے مثلاً ''تحریم، حَرَّمَ، حُرِّمَ، حُرِّمَتْ، مُحَرَّمًا، وَلَا تَقْرَبُوا، نَهَى، يَنْهَى، رِجْسٌ، اجتناب، لَا يَحِلُّ، لَا تَحِلُّ، غَضَبُ الله، حَربُ الله'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہو توں وہ چیز حرام ہو گی۔ (۱۱)

تیسرا اصول:

''اور جس چیز کی حلت و حرمت کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی وہاں طیب و خبیث کے ضابطہ سے کام لیا جائے گا۔''

اس کے بارے میں قرآن کریم نے اصل (ضابطہ) درج ذیل آیات میں بیان کر دیا۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾ (۱۲)

''آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیز حلال ہے کہہ دیجئے تمہارے واسطے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (۱۳)

''اوران کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اوران پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔''

قرآن کریم نے طیب اور خبیث سے ان کی حلت و حرمت کو بیان کر دیا کہ جو طیبات میں داخل ہو گی وہ حلال متصور ہو گی اور جو خبیث میں شامل ہو گی وہ حرام ہو گی۔(۱۴)

طیب کا مفہوم:

طیب کی تعریف میں ائمہ کا ختلاف واقع ہوا ہے حنفیہ کے ہاں طیب سے مراد وہ چیزیں جن سے لذت کا احساس ہوتا ہے، طبیعت میں ان کی اشتہاء پیدا ہوتی ہے۔اور فطرت سلیمہ جس کو پسند کرتی ہے۔(۱۵) مالکیہ کے ہاں وہ اشیاء جن کی حرمت پر نص وارد نہیں ہوئی اور جن اشیاء کو حلال قرار دیا گیا وہ طیبات میں سے ہیں۔(۱۶) شوافع کی رائے میں جس چیز کی حرمت پر کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو اور اہل عرب اس کو کھاتے ہوں تو وہ طیبات میں سے ہو گی۔(۱۷) حنابلہ کے نزدیک بھی طیب کا مفہوم وہی ہے جو شوافع نے لیا ہے کہ اہل عرب جس چیز کو طیب کہیں اور پاکیزہ سمجھیں وہ طیب وحلال میں سے شمار ہو گی۔(۱۸) لیکن یہ ایک بہت دشوار معاملہ ہے اس لیے کہ بہت سے لوگ ایسی چیزیں بھی کھاتے ہیں جس کو ایک سلیم الطبع انسان ناپسند کرتا ہے تو پھر اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ وہ چیز طیبات میں داخل ہے یا نہیں۔؟اس کے لیے خبیث کے مفہوم کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

خبیث کا مفہوم:

خبیث کے مفہوم میں بھی اہل علم کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے جس کا اثر خبائث کے دائرہ کار پر ظاہر ہوتا ہے ۔حنفیہؒ کے ہاں ہر وہ چیز جس کو فطرت سلیمہ نفرت محسوس کرتے ہوئے ناپسند کرے وہ خبائث میں سے ہو گی۔(۱۹) مالکیہ کے نزدیک خبائث سے مراد حرام کی گئی اشیاء ہیں۔(۲۰) شوافع کے ہاں جس چیز سے اہل عرب گھن محسوس کریں وہ خبیث ہو گی۔(۲۱) حنابلہ کا موقف بھی شوافع والا ہے کہ اہل عرب جس چیز کا نام خبیث رکھیں وہ خبیث وحرام ہو گی ۔(۲۲) لہٰذا طیب وخبیث کے مفہوم میں ائمہ کے اختلاف کی وجہ سے بہت سی چیزیں حلت وحرمت کے دائرہ میں داخل اور خارج ہوئی ہیں جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

چوتھا اصول:

''اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک کہ حرمت پر کوئی دلیل شرعی نہ آجائے۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ (۲۳)

''وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ﴾(۲۴)

''اور اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾ (۲۵)

''کہہ دو اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے اور کس نے کھانے کی پاکیزہ چیزیں حرام کیں۔''

ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو بکر جصاص الرازیؒ (م۔۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

يحتج بجميع ذلك في أن الأشياء على الإباحة مما لا يحظره العقل فلا يحرم منه شيء إلا ما قام دليله (۲۶)

''ان تمام آیات سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ اشیاء اباحت پر ہیں ان چیزوں میں سے جن کے لیے عقل مانع نہ ہو، لہذا ان میں سے کوئی شئ حرام نہیں ہو گی جب تک کہ دلیل نہ قائم ہو جائے۔''

باقی رہی یہ بات کہ دلیل سے کیا مراد ہے؟ امام ابو بکر جصاص الرازی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

فقد صح عندنا أن الأشياء على أصل الإباحة، حتى يقوم الدليل من عقل أو سمع على الحظر (۲۷)

''تحقیق احناف کے ہاں صحیح بات یہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک ان کی ممانعت پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہ آجائے۔''

ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰي طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾(۲۸)

''کہہ دو کہ میں اس وحی میں جو مجھے پہنچی ہے کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا جو اسے کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے یا وہ ناجائز ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔''

امام زرکشیؒ (م۔۷۹۴ھ) مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يصلح ان يحتج به على ان الاصل في الماكولات الاباحة (۲۹)

''یہ آیت اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ ماکولات میں اصل اباحت ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

الحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ، وَالحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ، وَ مَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ (۳۰)

''حلال اور حرام وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال یا حرام کیا ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی گئی ہے وہ معاف ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے تمام چیزیں انسانوں کے فائدہ کے لیے بنائی گئیں جو اپنی اصل کے لحاظ سے مباح ہیں جب تک کہ حرمت پر کوئی دلیل شرعی یا عقلی نہ آجائے۔ جمہور احناف اور شوافع اسی کے قائل ہیں(۳۱) بہر کیف جمہور اہل کا رجحان اسی طرف ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔اسی قاعدہ سے غیر معروف حیوانات اور مجہول نباتات کا حکم معلوم ہوگا۔

علامہ ابن نجیم المصریؒ (م-۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

ويتخرج عليها ما أشكل حاله فمنها الحيوان المشكل أمره والنبات المجهول اسمه (۳۲)

''اور اسی پر تخریج کی جائے گی ایسی اشیاء کی جن کا حال معلوم نہیں، پس اسی میں وہ حیوان جس کا حال معلوم نہیں اور وہ نباتات جو مجہول الاسم ہیں شامل ہیں۔''

لہذا غیر منصوص غذائی اشیاء اس وقت تک جائز اور مباح سمجھی جائیں گی جب تک ان میں حرمت کی دلیل قطعی طور پر نہ معلوم ہو جائے مثلاً روٹی و نان، ٹافی و بسکٹ وغیرہ اگر کسی کافر سے خریدیں جائیں تو ان کا کھانا جائز ہوگا جب تک کہ اس میں حرام یا نشہ آور یا نجس چیز کا ثبوت نہ ہو جائے۔ مگر گوشت اور عصمت انسانی میں میں اصل حرمت ہے۔

علامہ ابن قیمؒ (م-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

الأصل في الذبائح التحريم (۳۳)

''ذبائح میں اصل حرمت ہے۔''

جب تک ذبیحہ کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ مشروع طریقے سے جانور کو ذبح کیا گیا ہے اس وقت تک گوشت کو حرام ہی سمجھا جائے گا۔اور ابضاع میں بھی اصل حرمت ہے۔علامہ سیوطیؒ (م-۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

الاصل في الابضاع الحرمة حتى يرد دليل على الحل (۳۴)

''شرمگاہوں سے منافع میں اصل حرمت ہے جب تک کہ حلت کی دلیل نہ آجائے۔''

امام عبد الرحمٰن شیخی زادہؒ (م-۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة ...وإنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروى فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة (۳۵)

''جان لیجئے کہ فروج کے علاوہ باقی تمام اشیاء میں اباحت ہے ،اور حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کوئی نص مطلق یا حدیث آجائے ،پس جب حرام قرار دینے والے دلائل سے کچھ نہ پایا جائے تو وہ چیز اباحت پر ہو گی۔''

لہذا بضع کے حلال ہونے کے لیے عقد نکاح یا ملک یمین کا تحقق ضروری ہے۔ باقی اس مسئلہ میں (کہ اشیاء اصل میں کیا ہے) دو قول اور بھی ہیں ایک ممانعت کا اور دوسرا توقف کا تفصیل کتب اصول فقہ میں موجود ہے۔

پانچواں اصول:

''منافع بخش چیزوں میں اصل اباحت اور نقصان دہ چیزوں میں ممانعت ہے۔''

جب کسی چیز کی حلت وحرمت پر قرآن وسنت سے کوئی نص نہ ہو اور نہ ہی کسی مجتہد یا مفتی کا کوئی قول ہو تو نفع بخش چیزوں میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں ممانعت ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (۳۶)

''وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں۔''

اور آپ ﷺ کا ارشاد:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (۳۷)

''نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہچانا ہے۔''

امام فخر الدین رازیؒ (م-٦٠٦ھ) لکھتے ہیں:

الأصل في المنافع الإذن وفي المضار المنع (۳۸)

''منافع میں اصل اباحت ہے اور ضرر رساں چیزوں میں ممانعت ہے۔''

اس موقف پر امام شاطبیؒ (م-۷۹۰ھ) نے اعتراض کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

انه لا يستمر اطلاق القول بأن الاصل في المنافع الاذن، وفي المضار المنع، كما قرره الفخر الرازي (۳۹)

''یہ بات علی الاطلاق ہمیشہ نہیں کہی جا سکتی کہ منافع میں اصل اذن اور نقصان دہ چیزوں میں منع ہے جیسا کہ فخر الدین رازیؒ نے ثابت کیا ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''مصالح اور مفاسد حکم شارع کی طرف لوٹتے ہیں اور شارع کا حکم احوال واشخاص اور اوقات کے موافق متوجہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی معین فائدہ کسی وقت اور کسی حالت میں ایک شخص کے لیے جائز ہوتا ہے لیکن دوسرے شخص کے لیے یا دوسرے وقت میں اس کی اجازت نہیں ہوتی پھر یہ قول مطلقاً کیسے لاگو کیا جاسکتا ہے کہ منافع میں اصل اذن اور مضار میں منع ہے۔؟اور نیز جب منافع، ضرر سے خالی نہیں اور ضرر، نفع سے خالی نہیں تو پھر یہ اذن اور نہی کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں؟'' (۴۰)

مگر تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شاطبیؒ کا یہ اعتراض زیادہ وزنی نہیں ہے اس لیے کہ اگر کسی چیز کا نفع یا نقصان مقاصد شریعہ سے معلوم ہوتا ہے اس پر تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ یہ بات تو واضح ہے کہ انہی مصالح ومفاسد کا اعتبار ہوگا جو شرعاً معتبر ہیں، زیر بحث بات تو یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے بارے میں شرعاً مصلحت یا اباحت ومفسدہ کا بیان نہیں ہے تو وہاں منافع میں اصل اباحت اور مضار میں منع ہے۔ نیز علامہ شاطبیؒ نے چند صفحات قبل المسالۃ الخامسہ میں خود اس بات کی صراحت کی ہے:

''کہ دنیا کی طرف لوٹنے والے مصالح اور مفاسد کو ان کے کثرت وقوع سے ہی سمجھا جاسکتا ہے اگر مصلحت کی جہت غالب ہے تو عرف میں اسے مصلحت ہی سمجھا جائے گا اور اگر دوسرا پہلو غالب ہو تو اسے مفسدہ ہی سمجھا جائے گا اس لیے کہ ہر پہلو کے دورخ ہوتے ہیں اور وہ راجح کی طرف منسوب ہوتا ہے اگر مصلحت راجح ہو تو وہی مطلوب ہے کہدیا جاتا ہے کہ یہی مصلحت ہے اور اگر مفسدہ کا پہلو غالب تو اس سے بھاگا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ مفسدہ ہے دنیاوی معاملات میں مصلحت ومفسدہ کے پائے جانے کو اسی انداز سے دیکھا جائے گا۔'' (۴۱)

اب اس تناظر میں امام رازیؒ کے کلام کو دیکھیں تو مسئلہ بے غبار ہو جاتا ہے کہ منافع انسانی میں جس کا عرفاً اعتبار کیا جاتا ہے اس میں اجازت ہے اور جو امور عرفاً نقصان دہ ہوں ان میں ممانعت ہے۔امام شاطبیؒ کی اس بات سے امام رازیؒ کے موقف کی تائید ہو رہی ہے۔

نیز عقل انسانی بھی اس کا تقاضا کرتی ہے۔اس لیے کہ کسی چیز سے نفع اٹھانے میں نہ مالک کا نقصان ہو اور نہ منتفع کا تو اس کی ممانعت نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ چراغ کی روشنی سے فائدہ اٹھانا اور دیوار کے سایہ سے مستفید ہونا۔اس پر یہ اشکال نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے تو محرمات سے نفع اٹھانے کا جواز بھی معلوم ہو رہا ہے کہ فاعل کو نفع مل رہا ہے اور مالک کے لیے بھی نقصان کی کوئی بات نہیں؟اس لیے کہ محرمات کا حکم تو اللہ تعالی نے

بیان کر دیا ہے بحث اور نزاع تو اس بات میں ہے کہ شرعا اس چیز کا حکم بیان نہیں ہوا اب وہاں کیا معاملہ کرنا چاہیے۔؟(۴۲)علامہ شوکانیؒ (م۔۱۲۵۰ھ) نے اس مقام پر امام رازیؒ کے موقف پر نہایت شاندار تفصیلی بحث کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔الغرض دیکھا جائے گا اگر وہ چیز مسلمانوں کے لیے مفید ہے تو وہ مباح ہو گی اور اگر تکلیف کا باعث ہے تو منع ہو گی بشرطیکہ شرعا اس بارے میں کوئی رہنمائی نہ ملتی ہو اگر از روائے شریعت منفعت یا مضرت کا حکم معلوم ہو جائے تو پھر اسی پر عمل ہو گا۔

چھٹا اصول:

''جن جانوروں کے قتل کی شرعا ممانعت ہے یا قتل کرنے کا حکم ہے ان کا کھانا حرام ہے۔''

ایک طبیب نے حضور اکرم ﷺ سے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کے متعلق دریافت کیا:

فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا (۴۳)

''تو نبی کریم ﷺ نے اس طبیب کو مینڈک کے قتل سے منع فرمایا۔''

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء نے کہا کہ مینڈک کا کھانا حرام ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس کے قتل سے منع کیا اور اگر اس کا کھانا جائز ہوتا تو اس کے قتل کی ممانعت نہ ہوتی کیونکہ قتل کیے بغیر اس کو نہیں کھایا جا سکتا۔(۴۴) ایک اور حدیث میں ہے:

نَهَى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ: النَّمْلَةُ، وَالنَّحْلَةُ، وَالْهُدْهُدُ، وَالصُّرَدُ(۴۵)

''کہ نبی کریم ﷺ نے چار جانوروں کے قتل کرنے سے منع فرمایا چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد۔''

چیونٹی، شہد کی مکھی، صرد اور ھدھد کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور شہد کی مکھی کے باقی رکھنے میں شہد کے منافع کا حصول ہوتا ہے اور ان جانوروں کی طرف سے نہیں کسی شر کا اندیشہ بھی نہیں ہے اس لیے ان کے قتل کی ممانعت ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ، كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يَقْتُلُهُنَّ فِي الحَرَمِ: الغُرَابُ، وَالحِدَأَةُ، وَالعَقْرَبُ، وَالفَأْرَةُ، وَالكَلْبُ العَقُورُ (۴۶)

''پانچ جانور موذی ہیں ان کو حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے، کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔''

بعض روایات میں بچھو کی جگہ سانپ کا بھی ذکر ہے۔(۴۷)

امام ابو بکر جصاص الرازیؒ (م۔۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

يدل على تحريم أكل هذه الخمس وأنها لا تكون إلا مقتولة غير مذكاة ولو كانت مما يؤكل لأمر بذبحها وذكاتها لئلا تحرم بالقتل (۴۸)

''آپ کا یہ فرمان ان پانچ جانوروں کے گوشت کی تحریم پر دلالت کرتا ہے۔ نیز یہ کہ ان کا قتل ہی ہو گا انہیں ذبح نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر ان کو کھانا حلال ہوتا تو آپ ﷺ انہیں ذبح کرنے کا حکم دیتے تا کہ قتل ہونے کی صورت ان کا گوشت حرام نہ ہو جائے۔''

غراب سے مراد چتکبرا کوا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں'' الغراب الابقع '' کے الفاظ آرہے ہیں ۔(۴۹) اور یہ وہ کوا ہے جو نجاست کھاتا ہے اور کبھی کبھار دانہ بھی کھالیتا ہے مگر آغاز نجاست کھانے سے ہی کرتا ہے اس کا کھانا حرام ہے ۔ (۵۰) ان پانچ جانوروں کے قتل کے مباح ہونے کی وجہ ان کی طرف سے نقصان اور شر کو دور کرنا ہے ۔(۵۱) چنانچہ انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے صاحب تلخیص (۵۲) نے بھی یہی مذکورہ اصول بیان کیے ہیں۔ امام محی السنہ البغویؒ (م-۵۱۶ھ) لکھتے ہیں :

قال صاحب التلخيص كل ما أمر النبي صلى الله عليه وسلم بقتله فهو حرام وما نهى عن قتله أيضاً حرام (۵۳)

''صاحب تلخیص نے کہا ہر وہ جانور جس کے قتل کا آپ ﷺ نے حکم دیا وہ حرام ہے اور جس کے قتل سے منع کیا وہ بھی حرام ہے۔''

صاحب تلخیص کی اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام محی السنہ لکھتے ہیں :

قال أصحابنا : أما قوله: ما أمر بقتله فهو حرام فهو صحيح ... وأما قوله: ما نهى عن قتله فهو حرام ... فهذا ليس على هذا الإطلاق (۵۴)

''ہمارے اصحاب نے کہا صاحب تلخیص کا قول جس جانور کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا وہ حرام ہو گا یہ صحیح بات ہے اور رہا ان کا یہ قول کہ جس جانور کے قتل سے منع کیا گیا وہ بھی حرام ہے یہ بات علی الاطلاق نہیں ہے۔''

مگر امام بغویؒ نے اس کی کوئی مثال نہیں دی تاہم پہلی صورت کہ جس جانور کو آپ ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا وہ حرام ہو گا اس سے ایک صورت کا استثناء کتب شوافع سے ملتا ہے۔ جب کوئی شخص ایسے جانور سے وطی کر لے جو ماکول اللحم ہے تو حدیث میں اس جانور کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۵۵) ضابطہ کے مطابق جس جانور کو آپ نے قتل کرنے کا حکم دیا ہو اس کا کھانا حرام ہے ، تو اس جانور کا گوشت بھی حرام ہونا چاہیے مگر شوافع کے قول اصح کے مطابق اس کا مذکورہ قاعدہ سے استثناء ہے لہٰذا اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے وہ حرام نہیں ہے۔(۵۶) یہ ساری بحث تو اس صورت میں ہے اگر یہ حدیث اہل علم کے ہاں صحیح ہو، جبکہ اہل علم نے اس حدیث کو شاذ اور ضعیف قرار دیا ہے امام بخاریؒ اور یحیی بن معین نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۵۷) مذکورہ بحث سے معلوم

ہوا کہ آپؐ کا بعض جانوروں کی قتل سے ممانعت اور بعض کی اجازت سے مقصود ان حرام جانوروں کا بیان ہے جن کا کھانا حرام ہے ۔پہلی احادیث میں مینڈک ودیگر جانوروں کے قتل کی ممانعت اور دوسری حدیث میں بعض موذی جانوروں کے قتل کی اباحت اس بات پر دال ہے کہ ان کے بارے میں حکم شرعی ایک ہی ہے کہ ان کا کھانا جائز نہیں ہے اگرچہ حرمت کے اسباب مختلف ہیں۔امام ابو الوفاء ابن عقیلؒ حنبلی (م-۵۱۳ھ) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحكم الواحد في الشرع يتعلق بأسباب مختلفة، كالقتل يجب بالقتلِ العمدِ، وبالردَّة، وبالزنا مع الإحصان. وتحريمِ الأكل دل عليه المنع من القَتل، كنهى النبى - صلى الله عليه وسلم -عن قَتلِ الضفدع فدل تحريم قتلهِ على المنع من أكلهِ. وإباحة القَتلِ دل على تحريمِ الأكل، كالخمسِ المؤذيات نص على إباحة قَتلهن فكان إباحة قتلهن دالاً على تحريمِ أكلهن(۵۸)

’’شریعت میں ایک حکم کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔جیسا کہ قتل کبھی قتل عمد کی وجہ سے واجب ہوتا ہے،اور کبھی مرتد ہونے کی وجہ سے اور کبھی محصن شخص کی بدکاری کی صورت میں،اسی طرح کبھی جانور کے قتل کرنے سے منع کرنا اس کے کھانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مینڈک کے قتل کے سے منع کیا جس نے اس بات پر دلالت کی کہ اس کے کھانے کی ممانعت کی وجہ سے اس کا قتل کرنا حرام ہے،اور کبھی کسی جانور کے قتل کی اباحت اس کے کھانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ پانچ موذی جانوروں کے قتل کی اباحت پر نص آئی ہے لہذا ان کے کے قتل کا مباح ہونا ان کے کھانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے۔‘‘

باقی رہ گئے وہ جانور جن کے نہ قتل کی نہ ممانعت ہے اور نہ اجازت تو ان کا کیا حکم ہوگا؟شوافع کے نزدیک اس بارے میں اہل عرب کا اعتبار ہوگا جس کو وہ پاکیزہ سمجھ کر کھاتے ہوں وہ حلال ہونگے اور جن کو خبیث سمجھتے ہوں وہ حرام ہونگے ۔(۵۹)

ساتواں اصول:

’’جو جانور کچلیوں یا پنجوں سے شکار کرتے ہیں ان کا کھانا حرام ہے۔‘‘

حدیث میں ہے:

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ (۶۰)

''نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن پرندوں میں سے پنجوں والے اور درندوں میں سے کچلیوں والے جانوروں کو کھانے منع کیا۔''

سباع کی تعریف کرتے ہوئے علامہ مرغینانیؒ (م-۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

والسبع کل مختطف منتهب جارح قاتل عاد عادة (۶۱)

''اور درندہ ہر وہ جانور ہے جو اچکنے والا، لوٹ مار کرنے والا، زخمی کرنے والا، قتل کرنے والا، عادت کے اعتبار سے حملہ کرنے والا ہو۔''

ان جانوروں کی کھانے کی حرمت کی وجہ تکریم انسانی ہے تاکہ ان کے اوصاف ذمیمہ انسانوں میں نہ آجائیں۔(۶۲)

ذی ناب کی علت حرمت:

ذی ناب کی حرمت کی علت میں اہل علم کے درمیان بحث ہوئی ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے ہاں ذی ناب کی حرمت کی دلیل کچلیوں سے شکار کرنا ہے چاہے وہ ابتداءً حملہ نہ کرتے ہوں اسی طرح وہ جانور جو بغیر کچلی کے دانتوں کے زندہ بھی رہ سکتے ہوں۔اور ذی مخلب کی حرمت کی علت پنجوں سے شکار کرنا ہے۔(۶۳) امام شافعیؒ کے ہاں ذی ناب جانوروں کی حرمت کی علت ان کے کچلی کے دانتوں کا مضبوط ہونا ہے جس کے ذریعے وہ دوسرے انسانوں اور حیوانات پر حملہ آور ہوتے ہوں۔(۶۴) شوافع میں سے ابو اسحاق ابراہیم بن احمد المروزیؒ (م ۳۴۰ھ) کے ہاں جن جانوروں کی زندگی کا دارومدار ان کی کچلیوں پر ہو وہ ذی ناب ہونگے۔(۶۵)

آٹھواں اصول:

''زہریلی اور مضر اشیاء کا کھانا منع ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(۶۶)

''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ﴾ (۶۷)

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''

امام ابو الحسن ماوریؒ لکھتے ہیں:

حیات الماء، وعقاربه، وجمیع ما فیه من ذوات السموم الضارة، وما یفضی إلی موت أو سقم، فلا یحلّ أن یؤکل بحال (۶۸)

''پانی کے سانپ، بچھو اور جمیع وہ جانور جو اپنی ذات کے لحاظ سے زہریلے و مضر ہیں اور موت یا بیماری تک پہنچاتے ہیں تو ان کا کھانا کسی حالت میں حلال نہ ہوگا۔''

شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ (م-۴۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فما یضر لا یحل أکله کالسم والزجاج والتراب والحجر (۶۹)

''پس وہ چیز جس کا استعمال مضر ہو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا جیسا کہ زہر''

شیخ الاسلام ابن قدامہؒ (م-۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

وما فیه مضرة من السموم ونحوها فمحرمة (۷۰)

''اور جس چیز میں زہر اور اسی کی مثل اشیاء کی وجہ سے مضرت ہو وہ حرام ہوگی۔''

امام نوویؒ (م-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''لا یحل أکل ما فیه ضرر من الطاهرات کالسم القاتل والزجاج والتراب الذی یؤذی البدن وهو هذا الذی یأکله بعض النساء وبعض السفهاء وکذلك الحجر الذی یضرّ أکله وما أشبه ذلك (۷۱)

پاک اشیاء میں سے وہ چیزیں جو نقصان دہ ہیں ان کا کھانا حلال نہیں جیسا کہ زہر قاتل، شیشہ، مٹی جو بدن کے لیے ایذاء کا باعث ہو اور یہ وہ ہے جس کو بعض عورتیں کھاتی ہیں اور بعض کم عقل، اسی طرح وہ پتھر جس کا کھانا مضر ہو اور اسی کی مثل اشیاء۔''

امام ابن جزی الکلبیؒ مالکی (م-۷۴۱ھ) لکھتے ہیں:

فالجماد کله حلال الا النجاسات وما خالطته نجاسة والمسکرات والمضرات کالسموم والطین مَکروه وقیل حرام (۷۲)

''جمادات سارے حلال ہیں سوائے ان کے جو نجس ہوں یا ان میں نجس کا اختلاط ہو یا جن میں نشہ ہو یا جو مضرات میں سے ہوں جیسے زہر اور گارا وغیرہ مکروہ ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرام ہیں۔''

نواں اصول:

''نجس اشیاء کا کھانا حرام ہے۔''

نجس کی تعریف کرتے ہوئے امام الشرنبلالیؒ (م-۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

اسم لعین مستقذرة شرعا (۷۳)

''نجس اس چیز کا نام ہے جس کو شرعاً گندا سمجھا گیا ہو۔''

اس میں خنزیر کا گوشت اس کے تمام اجزاء، انسان کا خون، خشکی کے جانوروں کا بہنے والا خون، آدمی کا پیشاب، قئی، پیپ، پاخانہ، حرام گوشت والے جانوروں کا پیشاب، پاخانہ اور قئی وغیرہ شامل ہیں اور اکثر اہل کے نزدیک شراب بھی ناپاک ہے کیونکہ اس کو قرآن کریم میں رجس کہا گیا ہے۔(۷۴) احناف کے نزدیک پرندوں کی بیٹوں، چوہے اور چمگادڑ کے پیشاب کپڑوں کو لگ جانے اور کھانے میں گرجانے کی صورت میں معاف ہے، کیونکہ چوہے سے بچنا ممکن نہیں اور چمگادڑ فضا میں ہی پیشاب کر دیتا ہے۔ مگر برتنوں میں محفوظ پانی کے سلسلے میں معاف نہیں ہے۔(۷۵)

نجاست کی اقسام:

نجاست کی دو قسمیں ہیں: مغلظہ اور مخففہ۔ نجاست مغلظہ کے بارے میں امام البابرتیؒ (م-۷۸۶ھ) لکھتے ہیں:

وھی ما ثبتت بدلیل مقطوع بہ کالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار....وقیل التغلیظ عند أبی حنیفة یثبت بنص لا معارض له،وعندھما یثبت بالإجماع (۷۶)

''نجاست مغلظہ وہ ہے جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو جیسا کہ خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ، گدھے کا پیشاب وغیرہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ وہ ہے جو ایسی نص سے ثابت ہو کہ جس کے معارض دوسری نص طہارت کو ثابت کرنے والی نہ ہو اور صاحبین کے نزدیک نجاست غلیظہ وہ ہے جو اجماع سے ثابت ہو۔''

اور نجاست مخففہ کے بارے میں امام البابرتیؒ لکھتے ہیں:

وھی ما تثبت بخبر غیر مقطوع بہ کبول ما یؤکل لحمہ(۷۷)

''نجاست مخففہ وہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی نہ ہو جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔''

الغرض بعض نجاستوں پر فقہاء کا اتفاق ہے اور بعض میں اختلاف ہے ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اس مقام پر تفصیلی بحث کی ہے جو ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔(۷۸)

دسواں اصول:

''نشہ آور چیزوں کا کھانا یا پینا حرام ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ» (۷۹)

''ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے: «كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ» (۸۰)

''پینے کی جو چیز نشہ لائے وہ حرام ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ» (۸۱)

''ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔''

خمر کی حرمت پر تو سب کا اتفاق ہے کہ قلیل ہو یا کثیر اس کا پینا حرام ہے لیکن نبیذ قلیل جو نشہ آور نہ ہو اس میں اہل علم کا اختلاف ہے علماء حجاز اس کو بھی حرام سمجھتے ہیں جبکہ علماء عراق و کوفہ و بصرہ کی رائے میں نبیذ اتنی مقدار میں پینا جو نشہ کی کیفیت پیدا نہ کرے وہ اس میں داخل نہیں ہے ۔(۸۲)امام ابو حنیفہؒ (م-۱۵۰ھ)اور امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کے نزدیک چار قسم کی نبیذ پینا حلال ہے بشرطیکہ اس کے پینے سے مقصود کھانے کو ہضم یا بطور دواء استعمال یا اللہ کی اطاعت وعبادت کے لیے قوت کا حاصل کرنا ہو اور اگر مقصود لہو ولعب ہو تو شیخین کے نزدیک پینا حرام ہے۔(۸۳) مگر امام محمدؒ (م -۱۸۹ھ) کے نزدیک ان چاروں کا استعمال کرنا مطلقاً حرام ہے اور انہی کے قول پر فتوی ہے۔(۸۴)ائمہ ثلاثہؒ کا موقف بھی یہی ہے کہ ان شرابوں کا پینا حرام ہے۔(۸۵)

گیارہواں اصول:

''اضطراری حالت میں حرام اشیاء حلال ہو جائیں گی۔''

فرمان الٰہی ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (۸۶)

''پس جو مجبور ہو جائے نہ سرکشی کرنے والا ہو اور نے حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

امام سرخسیؒ (م-۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

الضرورات تبیح المحظورات (۸۷)

''مجبوریوں سے ممنوعہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔''

لہذا حالت مجبوری میں حرام اشیاء کا استعمال مباح ہو گا۔ مگر اس میں بھی یہ اصول پیش نظر رہے کہ جو چیز بوقت مجبوری جائز ہوتی اس کا اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہوتا ہے جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ چنانچہ امام سرخسیؒ نے لکھا ہے:

الثابت بالضرورة يتقدر بقدر الضرورة (۸۸)

''جو چیز مجبوری کی حالت میں ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہوتی ہے۔''

چنانچہ حالت اضطراری میں حرام یا اس کے اجزاء سے تیار شدہ غذائی مصنوعات کا بقدر ضرورت استعمال جائز ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ضرورت اور مجبوری کا شرعی معیار کیا ہے اس کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

بارہواں اصول:

''اگر کسی جگہ حلت وحرمت کے اسباب جمع ہو جائیں تو حرام کا اعتبار ہو گا۔''

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

إذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ فَأَمْسَكَ وَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ فَلاَ تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِذَا خَالَطَ كِلاَبًا، لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهَا، فَأَمْسَكْنَ وَقَتَلْنَ فَلاَ تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لاَ تَدْرِي أَيُّهَا قَتَلَ، وَإِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَإِنْ وَقَعَ فِي المَاءِ فَلاَ تَأْكُلْ (۸۹)

''کہ جب تم بسم اللہ پڑھ کر اپنا کتا چھوڑ دو اور وہ شکار روک رکھے اور اس کو مار ڈالے تو اس کو کھالو اور اگر کتے نے کھالیا ہو تو نہ کھاؤ اس لئے کہ اس نے اپنے لئے روک رکھا ہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرے کتے شریک ہوگئے ہوں، جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا اور وہ شکار کو روک رکھیں اور قتل کر دیں تو مت کھاؤ، اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس نے قتل کیا ہے اور اگر کسی شکار پر تو تیر مارے اور ایک یا دو دن کے بعد اس کو پائے تو اس میں تیرے تیر کے سوا کوئی نشان نہ ہو تو اس کو کھالے اور اگر پانی میں مر گیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ۔''

اس حدیث سے معلوم کہ حلال وحرام دو سبب جمع ہو جائیں تو حرمت کو ترجیح دیتے ہوئے اس چیز کو حرام قرار دیا جائے گا۔امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

ما اجتمع الحلال والحرام فی شیء الا غلب الحرام الحلال (۹۰)

''جب حلال اور حرام کسی چیز میں ایک جگہ اکھٹے ہو جائیں تو حرام حلال پر غالب ہو گا۔''

مثلاً ایک مسلمان شکاری نے پہاڑ پر بیٹھے جانور کو تیر مارا اور وہ نیچے گر کر مر گیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہو گا کیونکہ اگر اس کے تیر سے مرا تو حلال تھا اور اگر گرنے سے مرا تو متر دیہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہو گا اس لیے حرمت کو ترجیح دی جائے گی۔اسی طرح ایک شخص نے پرندے کو تیر مارا اور وہ پانی میں جا گرا جب شکاری پہنچا تو وہ مر چکا تھا اس کا کھانا بھی حرام ہے اس لیے کہ اگر تیر سے موت واقع ہوتی تو حلال تھا مگر یہاں یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ کہیں پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے نہ موت واقع ہوئی ہو اس لیے حرمت کو ترجیح ہو گی ۔(۹۱) واضح رہے کہ محض شک اور احتمال کی بنیاد پر اشیاء کو حرام نہیں کہا جائے گا مثلاً ڈبل روٹی، ٹافیاں، بسکٹ، جیلی، چاکلیٹ، جوس، برگر، وغیرہ اگر غیر مسلم کی تیار شدہ ہوں جب تک ان کے بارے میں قطعی ویقینی دلیل سے نہ معلوم ہو جائے کہ ان میں نجس، نشہ آور، مردار کی چربی یا کوئی اور حرام چیز کی آمیزش ہے تب تک اسے حلال ہی سمجھا جائے گا۔

تیرہواں اصول:

''اگر حرام شئ حلال میں اس طرح مل جائے کہ الگ نہ کی جا سکے تو وہ حلال شئ حرام ہو گی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ» (۹۲)

''کہ اگر گھی میں چوہا گر جائے تو اگر وہ گھی جما ہوا ہے تو اسے یعنی چوہے کو اور اس کے ارد گرد کو الٹ دو اور اگر پگھلا ہوا تو اس کے قریب مت جاؤ۔''

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

وکل حرام اختلط بحلال فلم یتمیز منہ حرم کاختلاط الخمر بالماکول (۹۳)

''اور ہر حرام چیز کا جب حلال سے اس طرح اختلاط ہو جائے کہ وہ اس سے جدا نہ کی جاسکے تو وہ حرام ہوگی جیسا کہ شراب کسی کھانے کی چیز میں مل جائے۔''

اگر کسی کھانے میں کوئی ایسی چیز گر گئی جس میں بہنے والا خون نہیں مثلاً مچھر، مکھی یا بھڑ وغیرہ تو اس سے کھانا ناپاک نہیں ہوگا۔ (۹۴) اور اگر ان کے علاوہ کوئی اور چیز گر گئی جن میں بہنے والا خون تھا تو دیکھا جائے گا وہ چیز جامد ہے یا مائع اگر مائع ہے تو ساری ضائع کر دی جائے گی اور اگر جامد ہے تو اس کے ارد گرد والا حصہ نکال کر باقی کھایا جاسکتا ہے۔ مالکیہ نے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے اگر وہ چیز شئی جامد میں میں لمبے عرصہ تک رہی تو اب بھی اس کو پھینک دیا جائے گا۔ (۹۵)

حرمت کے اسباب:

ان مذکورہ اصول کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ حرمت کے اسباب میں ضرر، نجس، نشہ اور خبث شامل ہیں اور فقہاء نے اس میں کرامت کو بھی شامل کیا ہے۔ کرامت کا مطلب وہ چیز باعث تعظیم وتکریم ہو اس کی مثال جیسا کہ اہل علم کا اجماع ہے کہ حضرت انسان کے کسی حصہ کو کھانا جائز نہیں ہے۔ (۹۶) لہٰذا کسی بھی غذائی چیز پر حلت کے کے اطلاق کے لیے ان اسباب کا انتفاء ضروری ہے اور حرمت کے لیے ان میں سے کسی کا بھی تحقق کافی ہے۔

خلاصہ بحث:

شریعت اسلامیہ زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں واضح رہنمائی فراہم کرتی ہے ان میں ایک اہم شعبہ کا تعلق اطعمہ واشربہ سے ہے چنانچہ قرآن وسنت نے اشیاء خورد ونوش کی حلت وحرمت کے حوالہ سے کچھ چیزوں کو صریح انداز میں حلال وحرام قرار دیا اور کچھ کے لیے طیب اور خبیث کا ضابطہ بیان کر کے اس کا معاملہ طبائع سلیمہ کے سپرد کر دیا اور کچھ سنت مطہرہ نے ایسے اصول بیان کر دیے جس سے اس مسئلہ کا دائرہ کار متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور شریعت اسلامیہ پر غور وفکر کر کے اس پس منظر میں کچھ اصول فقہاء نے وضع کیے جن کی روشنی میں مطعومات اور مشروبات کی حلت وحرمت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، ۳/۳۵۴، رقم الحدیث: ۳۸۰۰
۲ شافعی، محمد بن ادریس، الامام، الام، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۴۱۰ھ، ۲/۲۶۸
۳ الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن، الحاوی الکبیر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ، ۱۵/۱۳۲
۴ العسکری، الحسن بن عبداللہ، ابو ھلال، معجم الفروق اللغویۃ، مصر، دار العلم والثقافۃ للنشر والتوزیع، س ن، ۱/۲۲۵؛
الشیرزای، ابراہیم بن علی، ابواسحاق، التبصرہ فی اصول الفقہ، دمشق، دار الفکر، ۱۴۰۳ھ، ۱/۵۳۳؛
الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ، ۵/۱۸۵
القرطبّی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ، ۲/۲۰۸
۵ عزالدین بن عبدالسلام، ابومحمد، الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، بیروت، دار البشائر الاسلامیۃ، ۱۴۰۷ھ، ۱/۸۷
۶ الزحیلی، محمد مصطفیٰ، الدکتور، الوجیز فی اصول الفقہ الاسلامی، دمشق، دار الخیر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۲۷ھ، ۱/۳۷۶
۷ شافعی، الامام، الام، ۲/۲۶۹
۸ الماوردی، ابوالحسن، الحاوی الکبیر، ۱۵/۱۳۲
۹ الشیرزای، ابواسحاق، التبصرہ فی اصول الفقہ، ۱/۵۳۳
السمرقندی، محمد بن احمد، علاء الدین، تحفۃ الفقہاء، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ، ۳/۳۷۰
الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ، ۳/۵۷
آمدی، علی بن علی، ابوالحسن، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، المکتبۃ الاسلامی، س ن، ۱/۱۱۳
ابن جزی الکلبی، محمد بن احمد، تقریب الوصول الی علم الاصول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ، ۱/۱۷۰
۱۰ عزالدین بن عبدالسلام، الامام فی بیان ادلۃ الاحکام، ۱/۱۰۶
۱۱ الزحیلی، محمد مصطفیٰ، الدکتور، الوجیز فی اصول الفقہ الاسلامی، ۱/۳۵۳
۱۲ القرآن، المائدہ: ۴
۱۳ القرآن، الاعراف: ۱۵۷
۱۴ الماوردی، الحاوی الکبیر، ۱۵/۱۳۲
۱۵ الجصاص الرازی، احمد بن علی، ابوبکر، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، ۲/۵۶۴
الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۵/۳۸
۱۶ ابن رشد، محمد بن احمد، ابوالولید، المقدمات الممھدات، دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ، ۱/۴۱۷
القرطبّی، الجامع لاحکام القرآن، ۷/۳۰۰
۱۷ امام شافعی، الام، ۲/۲۷۱؛ ماوردی، الحاوی الکبیر، ۱۵/۱۳۵
۱۸ الخرقی، عمر بن الحسین، ابوالقاسم، متن الخرقی علی مذھب ابی عبداللہ احمد بن حنبل، دار الصحابۃ للتراث، ۱۴۱۳ھ، ۱/۱۴۵
ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ، ۹/۴۰۵

۱۹ السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۴۱۴ھ، ۲۵۵/۱۱
العینی، محمود بن احمد، البنایہ شرح الهدایہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ، ۶۰۶/۱۱
۲۰ القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، ۳۰۰/۷
۲۱ امام شافعی، الام، ۲۷۱/۲
۲۲ الخرقی، متن الخرقی، ۱۴۵/۱؛ ابن قدامہ، المغنی، ۴۰۵/۹
۲۳ القرآن، الاعراف: ۱۵۷
۲۴ القرآن، الجاثیہ: ۱۳
۲۵ القرآن، الاعراف: ۳۲
۲۶ الجصاص، ابوبکر، احکام القران، ۳۲/۱
۲۷ الجصاص، ابوبکر، احمد بن علی، الرازی، شرح مختصر طحاوی، دارالبشائر الاسلامیہ، ۱۴۳۱ھ، ۳۷۳/۶
۲۸ القرآن، الانعام: ۱۴۵
۲۹ الزرکشی، البحرالمحیط فی اصول الفقہ، ۹/۸
۳۰ الترمذی، السنن، ۲۲۰/۴، رقم الحدیث: ۱۷۲۶
۳۱ الدبوسی، ابوزید، عبداللہ بن عمر، تقویم الادلۃ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ، ۴۵۸/۱؛ السرخسی، المبسوط، ۷۷/۲۴؛
المرغینانی، علی بن ابی بکر، برہان الدین، الہدایہ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، ۲۷۸/۲
ابن ابی العز، علی بن علی، صدرالدین، التنبیہ علی مشکلات الهدایہ، السعودیہ، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۴ھ، ۴۷/۵، ۴۷
العینی، البنایہ شرح الہدایہ، ۳۴۲/۱۲، ۷۰
ابن ھمام، محمد بن عبدالواحد، کمال الدین، التحریر فی اصول الفقہ، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۱ھ، ۲۳۵
السمعانی، ابوالمظفر، منصور بن محمد، قواطع الادلہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ، ۴۸/۲
۳۲ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ، ۵۷/۱
۳۳ ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، السعودیہ، دارابن الجوزی، ۱۴۲۳ھ، ۱۰۱/۳
۳۴ السیوطی، الاشباہ والنظائر، ۲۵۷/۱
۳۵ شیخی زادہ، عبدالرحمٰن بن محمد، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، ۵۶۸/۲
۳۶ القرآن، الاعراف: ۱۵۷
۳۷ ابن ماجہ، السنن، ۷۸۴/۲، رقم الحدیث: ۲۳۴۰
۳۸ الرازی، فخرالدین، محمد بن عمر، المحصول، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۸ھ، ۹۷/۶
۳۹ شاطبیؒ، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دارابن عفان، ۱۴۱۷ھ، ۶۶/۲
۴۰ شاطبیؒ، الموافقات، ۶۶/۲
۴۱ شاطبیؒ، الموافقات، ۴۶/۲

۴۲ الشوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الکتاب العربی، ۱۴۱۹ھ، ۲۸۵/۲

۴۳ ابو داؤد، السنن، ۳۶۸/۴، رقم الحدیث: ۵۲۶۹

۴۴ الشیرازی، ابو اسحاق، ابراہیم بن علی، المھذب فی فقہ الامام الشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ۴۵۴/۱
ابو الحسین یحی بن ابی الخیر، البیان فی مذھب الامام الشافعی، جدہ، دار المنھاج، ۱۴۲۱ھ، ۵۱۰/۴
الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۳۵/۵؛ ابن قدامہ، المغنی، ۴۲۵/۹

۴۵ ابو داؤد، السنن، ۳۶۷/۴، رقم الحدیث: ۵۲۶۷

۴۶ البخاری، الصحیح، ۱۳/۳، رقم الحدیث: ۱۸۲۹

۴۷ مسلم، الصحیح، ۸۵۶/۲، رقم الحدیث: ۱۱۹۸

۴۸ الجصاص، احکام القران، ۲۴/۳

۴۹ مسلم، الصحیح، ۸۵۶/۲، رقم الحدیث: ۱۱۹۸

۵۰ السرخسی، المبسوط، ۹۲/۴
ابو المعالی الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ، نھایۃ المطلب فی درایۃ المذھب، دار المنھاج، ۱۴۲۸ھ، ۲۱۲/۱۸

۵۱ ابن ابی العز، علی بن علی، التنبیہ علی مشکلات الھدایہ، ۷۴۹/۵

۵۲ صاحب تلخیص کے حوالے کتب شوافع میں بکثرت ملتے ہیں اس سے مراد ابو العباس احمد بن ابی احمد القاص الطبری ہیں ۳۳۵ھ میں وفات پائی۔ (امام الحرمین، نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب، المقدمہ، ۱۷۸)

۵۳ البغوی، محی السنہ، الحسین بن مسعود، التھذیب فی فقہ الامام الشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ، ۵۹/۸

۵۴ البغوی، محی السنہ، التھذیب فی فقہ الامام الشافعی، ۶۰/۸

۵۵ الترمذی، السنن، ۵۶/۴، رقم الحدیث: ۱۴۵۵

۵۶ الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، ۱۵۱/۶

۵۷ العینی، البنایہ شرح الھدایہ، ۳۱۲/۶

۵۸ ابو الوفاء، علی بن عقیل، الواضح فی اصول الفقہ، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ، ۹۲/۲

۵۹ البغوی، محی السنہ، التھذیب فی فقہ الامام الشافعی، ۶۲/۸

۶۰ النسائی، احمد بن شیعب، السنن، حلب، مکتب مطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ، ۲۰۶/۷، رقم الحدیث: ۴۳۴۸

۶۱ المرغینانی، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، ۳۵۱/۴

۶۲ المرغینانی، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، ۳۵۱/۴

۶۳ الماوردی، الحاوی الکبیر، ۱۳۷/۱۵؛ السرخسی، المبسوط، ۲۲۵/۱۱

۶۴ امام شافعی، الام، ۲۷۲/۲؛ الماوردی، الحاوی الکبیر، ۱۳۷/۱۵

۶۵ الماوردی، الحاوی الکبیر، ۱۳۷/۱۵

۶۶ القرآن، البقرہ: ۱۹۵

۶۷ القرآن، النساء: ۲۹

۶۸ الماوری، الحاوی الکبیر، ۶۰/۱۵

۶۹ الشیرازی، المھذب، ۴۵۵/۱

۷۰ ابن قدامہ المقدسی، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، المقنع فی فقہ الامام احمد، السعودیہ، مکتبۃ السوادی للتوزیع، ۱۴۲۱ھ، ۴۵۱/۱

۷۱ النووی، المجموع شرح المھذب، ۳۷/۹

۷۲ ابن جزی الکلبی، محمد، ابو القاسم، القوانین الفقھیۃ، دار الارقم للطباعۃ والنشر والتوزیع، س ن، ۱۸۹/۱

۷۳ الشرنبلالی، حسن بن عمار، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۲۵ھ، ۶۴/۱

۷۴ البابرتی، محمد بن محمد، العنایہ شرح الھدایہ، دار الفکر، س ن، ۲۰۲/۱

۷۵ الزحیلی، وھبہ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر، س ن، ۲۶۱/۱، ۲۵۹

۷۶ البابرتی، محمد بن محمد، العنایہ شرح الہدایہ، دار الفکر، س ن، ۲۰۳/۱، ۲۰۲

۷۷ البابرتی، العنایہ شرح الہدایہ، ۲۰۴/۱

۷۸ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۲۵۹/۱

۷۹ البخاری، الصحیح، ۳۰/۸، رقم الحدیث: ۶۱۲۴

۸۰ البخاری، الصحیح، ۵۸/۱، رقم الحدیث: ۲۴۲

۸۱ مسلم، الصحیح، ۱۵۸۷/۳، رقم الحدیث: ۲۰۰۳

۸۲ ابن رشد، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، ۲۳/۳

۸۳ الحصکفی، الدر المختار، ۶۷۷/۱

۸۴ الحصکفی، الدر المختار، ۶۷۷/۱

۸۵ شامی، ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ، ۴۵۴/۶
اللخمی، علی بن محمد، ابو الحسن، التبصرہ، قطر، وزرات الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، ۱۴۳۲ھ ۱۶۱۳/۴
قاضی عبدالوھاب مالکی، الاشراف علی نکت مسائل الخلاف، ۹۲۵/۲
الرویانی، عبدالواحد، ابو المحاسن، بحر المذھب فی فروع المذھب الشافعی، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء، ۳۰۵/۱۴
ابن قدامہ، المغنی، ۱۵۹/۹

۸۶ القران، البقرۃ: ۱۷۳

۸۷ السرخسی، المبسوط، ۱۵۴/۱۰

---

۸۸ السرخسی، المبسوط، ۱۲۷/۲
۸۹ البخاری، الجامع الصحیح، ۸۷/۷، رقم الحدیث: ۵۴۸۴
۹۰ السرخسی، المبسوط، ۲۲۴/۱۱
۹۱ السرخسی، المبسوط، ۲۲۴/۱۱
۹۲ ابوداؤد، السنن، ۳۶۴/۳، رقم الحدیث: ۳۸۴۲
۹۳ شافعی، الامام، الام، ۲۲۱/۲
۹۴ السرخسی، المبسوط، ۵۱/۱
۹۵ القیروانی، عبداللہ بن ابی زید، ابو محمد، متن الرسالۃ، دار لفکر، س ن، ۸۲/۱
ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الکافی فی فقہ اہل المدینہ، السعودیہ، مکتبۃ الریاض، ۱۴۰۰ھ، ۴۴۰/۱
الماوردی، الحاوی الکبیر، ۱۵۷/۱۵
الکاسانی، بدائع الصنائع، ۱۴۰۶ھ، ۶۶/۱
۹۶ الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ، الکویت، وزارۃ الاوقاف، ۱۴۲۷ھ، ۲۱۲/۳۵